

فلاح دارین
مفت سلسلہء اشاعت کتب

الفتاویٰ الشاذلیہ

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

مؤلف

مفتی محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی
(جنرل سیکریٹری طوبی ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل، رئیس دارالافتاء جامع طوبی)

ناشر

طوبی ویلفیئر ٹرسٹ (انٹرنیشنل)

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

نام کتاب: قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت
 مؤلف کا نام: مفتی محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی
 تعداد: ۲۰۰۰ (دو ہزار)
 ناشر: طوبی ویلفیئر ٹرسٹ (انٹرنیشنل)

جامع مسجد طوبی و دارالافتاء جامع طوبی، ملت گارڈن سوسائٹی، نزد محبت نگر، ملیہ۔ 15

0321-2762847

UK کے رہنے والے حضرات اس کتاب کے حصول کے لئے

جناب خلیفہ ملک محمد ناصر محمود صاحب (نوٹنگھم) سے درج ذیل نمبر پر رابطہ کر سکتے ہیں

07735415048

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

عرض مدعا

الحمد لله والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله
وأصحابه وأهل بيته وذريته أجمعين.

الحمد لله طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ کے مفت سلسلہ اشاعت کتب بنام ”فلاح
دارین“ کی سولہویں کتاب ”قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت“ آپ کے
ہاتھوں میں ہے۔ اس کتاب میں دور حاضر میں پیش آنے والے چند جدید
مسائل کا حل قرآن و سنت و اقوال فقہاء کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ
اس کتاب کو تمام مسلمانوں کے لئے مفید بنائے۔ آمین
جو حضرات ”فلاح دارین“ کے اس سلسلہ کے ممبر بننا چاہیں وہ ایک
سال کے ڈاک کا خرچہ روپے بھیج کر اس کے ممبر بن سکتے ہیں، ان شاء اللہ ہر ماہ
ایک کتاب ان کے ایڈریس پر روانہ کر دی جائے گی اور جو حضرات اس سلسلے میں
تعاون کرنا چاہیں وہ درج ذیل نمبر پر فون کر کے رابطہ کر سکتے ہیں:

موبائل: 0333-3786913

ادارہ: طوبیٰ ویلفیئر ٹرسٹ انٹرنیشنل

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت جائز ہے؟

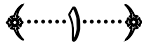
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب بعون الوهاب

اللهم هداية الحق والصواب

اگر قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت شریعت مطہرہ کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق ہو تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں۔ راقم الحروف نے اس سلسلے میں قسطوں پر کاروبار کرنے والے چند اداروں کی کاروبار کی شرائط کا مطالعہ کیا نیز خود ان اداروں کے افراد سے ملکر ان کے طریقہ کار کو معلوم کیا تو بعض اداروں کے بیع (Sale) کا طریقہ اور انکی بعض شرائط کو قوانین شریعہ کے بالکل برعکس پایا چنانچہ ان لوگوں سے قسطوں پر سامان لینا ناجائز ہے اور جن لوگوں نے ان سے سامان خرید لیا ہے ان پر شرعاً واجب ہے کہ وہ اس سامان کو واپس کریں اور اپنی رقم واپس لیں۔ تمام مسلمان بھائیوں پر واجب ہے کہ اگر سامان کی خریداری میں درج ذیل شرائط میں سے کوئی شرط یا ان کے علاوہ کوئی اور ناجائز شرط پائی جائے تو ہرگز خریداری نہ کریں۔

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت



سامان کی نقد اور ادھار خریداری کی صورت میں الگ الگ قیمتیں بیان کی مگر کوئی ایک صورت طے (Fix) کئے بغیر جدا ہو گئے یا ادھار کی صورت میں قیمت نقد کے مقابلے میں زیادہ بتائی مگر وہ زیادتی (Increase) بلا عوض (Without Exchange) یا مدت (Time) کے مقابلے میں بیان کی۔



ایک یا چند یا تمام اقساط (Installments) کی وصولی پر سامان کی ادائیگی کی جائے گی۔ ہاں البتہ وہ سامان ہی اس طرح فروخت کیا گیا کہ بعض حصہ کی قیمت فوری رکھی گئی اور بعض کی ادھار تو پھر ایسا کرنا جائز ہے۔



عام طور پر عقد بیع (Sale Contract) کے مکمل ہونے کے باوجود دکاندار حضرات قانونی طور پر چیز کو اپنی ہی ملکیت (Ownership) میں رکھتے ہیں اور خریداری کی ملکیت (Ownership) میں تمام یا اکثر قسطوں کی ادائیگی کے بعد منتقل کرتے ہیں۔



بعض حضرات قسط کی ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ (Penalty) لگا دیتے ہیں۔

﴿.....۵.....﴾

بعض حضرات تمام ٹمن (وہ رقم جو خریدار اور فروخت کرنے والے کے درمیان کسی چیز کی قیمت کے طور پر طے ہوگئی ہو) کی ادائیگی طے شدہ وقت سے پہلے کیے جانے کی صورت میں مدت استعمال کے کرایہ کی ادائیگی کی شرط لگاتے ہیں۔

﴿.....۶.....﴾

بعض حضرات یہ شرط لگادیتے ہیں کہ اگر مدت مقررہ سے پہلے پوری رقم ادا کر دی گئی تو طے شدہ قیمت میں کمی کر دی جائے گی۔

﴿.....۷.....﴾

بعض ادارے مثلاً بینک وغیرہ سے سامان لیا جائے تو وہ سامان کاروائی انشورنس (Conventional Insurance) کروانے کے بعد حوالے کرتے ہیں اور پھر خریدار کو مدت مقررہ تک اس انشورنس کی اقساط ادا کرنی پڑتی ہیں۔

اب مذکورہ بالا شرائط کے ناجائز ہونے کی وجوہات تفصیلی طور پر بیان کی جاتی ہیں۔

نقد کے مقابلے میں ادھار کی قیمت زیادہ کرنا

جب کوئی شخص ان سے سامان خریدنے کے لئے آتا ہے تو وہ حضرات سامان کے بارے میں اس طرح سے بتاتے ہیں مثلاً کسی کو کمپیوٹر خریدنا ہو تو کہتے

ہیں کہ اس کمپیوٹر کی نقد قیمت (Cash Payment) 21000 ہزار روپے
 ہیں مگر ایک سال کی ادھار (Credit of one year) پر 24780 روپے
 میں دیں گے۔ اب اس صورت میں خریداران دونوں صورتوں میں سے کوئی ایک
 صورت متعین (Fix) کر کے سودا طے کر لے یعنی اس بات کی وضاحت کر دے
 کہ وہ نقد خریدے گا یا ادھار تو یہ بیع صحیح ہو جائیگی اور اگر کوئی ایک صورت متعین
 نہیں کی اور جدا ہو گئے تو ناجائز ہے۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا بھی کرنا جائز
 نہیں ہے اور بغیر علم کے اسے سود (Usury) کہہ دیتے ہیں۔ حالانکہ بڑے
 بڑے جلیل القدر محدثین اور عظیم فقہائے کرام نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا۔ امام
 ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ حدیث "نہی رسول اللہ ﷺ عن بیعتین فی بیعة"
 (نبی اکرم ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا ہے) کی شرح
 میں فرماتے ہیں

وقد فسر بعض اهل العلم ، قالوا بیعتین فی بیعة ان یقول ابعک

هذا الثوب نقد بعشرة ، وبنسیئة بعشرين ، ولا یفارقة احد البیعتین فان

فارقة علی احد هما فلا اساذا كانت العقدة علی احد منها

﴿ترمذی - کتاب البیوع﴾

بعض اہل علم نے اس حدیث کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے کہ ”ایک

بیع میں دو بیع“ (Two Sales Contract in One Contract)

سے مراد یہ ہے کہ خریدار کہے کہ میں تم کو یہ کپڑا نقد دس درہم میں بیچتا ہوں اور

ادھار بیس درہم میں اور ان میں کسی بھی بیج کے تعین پر جدائی نہ ہوئی اور اگر کسی ایک کو متعین کرنے کے بعد جدائی ہوئی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ معاملہ ایک بیج پر طے ہو گیا۔

امام کمال الدین ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کون الثمن علی تقدیر النقد الفاعلی تقدیر النسبۃ الفین لیس

فی معنی الربا۔

﴿فتح القدر جلد ۶ صفحہ ۸۱ مطبوعہ: المکتبۃ الرشیدیہ کوئٹہ﴾

ترجمہ: نقد کی صورت میں ثمن ایک ہزار ہونا اور ادھار کی صورت میں ثمن دو

ہزار ہونا سود کے حکم میں نہیں ہے۔

امام اہلسنت مجدد دین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن سے جب یہ

دریافت کیا گیا کہ تجارتی غلہ کو ادھار میں موجودہ تجارتی قیمت سے زیادہ میں بیچنا

درست ہے کہ نہیں تو آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فتویٰ دیا کہ درست ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۷۷ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

یونہی اگر کوئی اپنے سامان کی نقد قیمت کچھ بتائے مگر ادھار بیچنے پر کل نقد قیمت کا

دس فیصد اضافہ کر کے بیچے اور خریدار اس قیمت پر عقد کے وقت راضی ہو جائے تو

بھی جائز ہے۔ مثلاً ایک کتاب سو روپے کی نقد ملتی ہے مگر کتاب کا مالک ادھار

خریدنے والے سے کہے کہ اگر ایک ماہ کی ادھار پر لو گے تو اس کی کل قیمت سے

دس فیصد زائد دام میں فروخت کرونگا یعنی ایک سو دس میں دو گے۔ اگر خریدار اس پر

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

راضی ہو جائے تو یہ بیع درست ہے۔ فقیر اسلام امام اہلسنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب اسی قسم کا سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواز کا فتویٰ دیا جو کہ درج ذیل ہے۔

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ موتی کے پپاری (ہیو پاری) موتیوں کی خرید و فروخت کرتے ہیں قیمت سو روپیہ اور بروقت قیمت (Cash Payment) لینے دینے کے فیصدی دس روپے کم کے حساب سے معاملہ طے ہوتا ہے پھر بھی اگر خریدنے والا نقد روپے ادا کرے تو فیصد پندرہ روپے کم سے معاملہ طے ہوتا ہے ورنہ مہینے تک کی میعاد (Period) کے بعد ادا کرے تو وہی فیصدی دس روپے کم دینے لینے کا رواج ہے۔
ایا (آیا کہ) اس طرح کا معاملہ طے کرنا اور خرید و فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جبکہ باہمی تراضی (Mutual Agreement) سے ایک امر (Form) متعین (Fix) منقطع (Done) ہو کوئی حرج نہیں قال تعالیٰ الا ان تکون تجارة من تراض منکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

اسی طرح اگر کوئی اپنے سامان کی قیمت مختلف مدتوں (Different Periods) پر بیچنے کی صورت میں مختلف قیمتیں (Different Prices) بتائے تو بیع درست ہو جائیگی بشرطیکہ بائع و مشتری (Seller & Buyer)

کے درمیان اسی وقت کوئی ایک صورت متعین ہو جائے۔ مثلاً اسی کمپیوٹر کو اگر کوئی دکاندار چھ ماہ کی ادھار پر 23000 ہزار میں دے اور ایک سال کی ادھار پر 24780 روپے میں دے اور ڈیڑھ سال کی ادھار پر 25500 روپے میں دے اور بائع مشتری (Seller & Buyer) کے درمیان کوئی ایک صورت طے ہو جائے تو بیع درست ہو جائے گی۔ کیونکہ دکاندار اپنی چیز کا مالک ہے شرعاً اس کو یہ حق حاصل ہے کہ جتنے میں چاہے فروخت کرے۔ دنیائے اسلام کے عظیم فقیہ امام اہلسنت مجددین و ملت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے جب اسی قسم کے مسئلے سے متعلق استفتاء کیا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسے درست قرار دیا۔ وہ سوال مع جواب درج ذیل ہے۔

مسئلہ: بیع (Selling Good) میں زیادت ثمن (Increase of Price) بحسب آجال (According to Time Periods) درست ہے یا نہیں اگر ہے تو بحسب اثمان (According to Rates) و آجال (Periods) مختلف ہے یا نہیں اگر ہے تو کیا ہے؟

الجواب: درست ہے مع الکرہاتہ اور اختلاف (Difference of Prices) تراضی (Consent) عاقدین (Contractors) پر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۷۰ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾
 مذکورہ بالا استفتاء میں دریافت کیا گیا کہ کیا سامان کا ثمن (سامان کی وہ

قیمت جو بائع اور مشتری کے درمیان طے ہو جائے (میں مدت کے اعتبار سے زیادتی کرنا جائز ہے یا نہیں اگر زیادتی کرنا جائز ہے تو کیا مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف زیادتی کرنا جائز ہے کہ نہیں اور اگر مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف زیادتی کرنا جائز ہے تو کتنی زیادتی کرنا جائز ہے۔ تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب ارشاد فرمایا کہ ایسا کرنا جائز ہے مگر اس میں کراہت ہے جس کا مفاد خلاف اولیٰ ہے۔ اور مختلف مدتوں کے مقابلے میں مختلف زیادتی خریدار اور فروخت کرنے والے کی رضا مندی پر ہے۔ یعنی جتنی زیادتی (اضافہ) پر وہ دونوں باہم راضی ہو جائیں اتنی زیادتی جائز ہے۔ مذکورہ صورت میں باوجود یہ کہ مدت میں اضافہ کے اعتبار سے چیز کے ثمن میں اضافہ کیا جاتا ہے مگر پھر بھی اس قسم کی خرید و فروخت جائز ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فروخت کرنے والا جتنی زیادتی کر رہا ہے وہ اپنی چیز کے مقابلے میں کر رہا ہے لہذا وہ زیادتی عوض سے خالی نہیں ہے اور شریعت نے فروخت کرنے والے کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنی چیز کو جتنے میں چاہے فروخت کرے۔ اور سو تو اس زیادتی (Excess) کا نام ہے جو عوض سے خالی (Without Exchange) ہو اور اسکی عقد (Contract) میں شرط کر لی گئی ہو یا وہ زیادتی (Excess) جو مدت کے مقابلے میں لی جاتی ہو خواہ وہ عقد میں مشروط (Conditioned) ہو یا نہ ہو۔ اسی بیع (Sale Contract) کے طریقہ کار میں ذرا سی تبدیلی کر دی جائے تو یہی بیع ناجائز ہو جائیگی۔ مثلاً کوئی شخص اپنی چیز کو اس طرح سے بیچے کہ اس چیز کی

قیمت -/100 روپے ہے مگر چونکہ آپ ادھار لے رہیں تو آپ کو 10 روپے زیادہ دینے ہونگیں۔ یا یوں کہے کہ اس کی قیمت تو 100 روپے ہے لیکن ایک مہینے بعد قیمت ادا کرو گے تو 10 روپے زیادہ دینے پڑیں گے۔ اور دو ماہ بعد ادا کرو گے تو 20 روپے اور تین ماہ بعد ادا کرو گے تو 30 روپے زائد دینے پڑیں گے۔ اس صورت میں قیمت سے زائد رقم سود ہے کیونکہ یہ زائد رقم عوض سے خالی ہے یا یہ مدت کے مقابلے میں لی جا رہی ہے۔ ایسی صورت میں یہ بیع ہی فاسد (Invalid) ہے۔ بس اس صورت اور جواز کی صورت میں اتنا ہی فرق ہے کہ جواز کی صورت میں جواز زائد رقم لی جاتی ہے وہ چیز کے مقابلے میں لی جاتی ہے اور وہ عوض سے خالی نہیں ہوتی اور اس ناجائز صورت میں جواز زائد رقم لی جاتی ہے وہ عوض سے خالی ہوتی ہے۔ لہذا وہ سود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

احل الله البيع و حرم الربا

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال فرمایا اور سود کو حرام۔

لہذا قسطوں پر سامان خریدنے والے کے لئے لازم ہے کہ ان دنوں صورتوں کے فرق کو اچھی طرح سمجھ لے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو وہ اس ناجائز کام میں ملوث ہو جائے۔

ایک یا چند یا تمام اقساط (Inst-allments)

کی وصولی پر سامان کی ادائیگی

عام طور پر قسطوں پر فروخت کیے جانے والے سامان کی ادائیگی سے

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

پہلے فروخت کرنے والے حضرات ایک یا چند اقساط کا پیشگی مطالبہ کرتے ہیں اور یہ شرط بھی رکھتے ہیں کہ سامان تین یا چار دن یا ایک ہفتے بعد حوالے کیا جائیگا۔ تو انین شرعیہ کی رو سے اگر یہ نقد بیع (بیع معجل) ہو تو سامان کے مالکان کو اختیار حاصل ہے کہ وہ قیمت کی وصولی کے لئے سامان کو روک لیں۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وللبائع حبس المبيع الى قبض الثمن ولو بقى منه درهم،
ولو المبيع شيئين بصفقة واحدة وسمى لكل ثمنافله حبسهما الى
استيفاء الكل، ولا يسقط حق الحبس بالرهن ولا بالكفيل، ولا ببراءة
عن بعض الثمن حتى يستوفى الباقي۔

﴿ردالمحتار جلد ۷ صفحہ ۹۳ مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

ترجمہ: فروخت کرنے والے کو ثمن (وہ رقم جو بائع و مشتری کے مابین طے ہوئی ہو) کی وصولی کے لئے بیع (Sold Good) کو روک لینے کا حق حاصل ہے اگرچہ ثمن میں سے ایک درہم بھی باقی ہو۔ اور اگر بیع ایک ہی سودے میں دو اشیاء تھیں اور ان میں سے ہر ایک کا ثمن علیحدہ طور پر بیان کر دیا تھا تو بائع کو ثمن کی وصولی کے لئے دونوں اشیاء روکنے کا اختیار حاصل ہے۔ اور بائع کے لئے ثمن کی وصولی کے لئے بیع کو روک لینے کا حق نہ رہن سے نہ کفیل مقرر کرنے سے اور نہ ہی بعض ثمن سے بری کر دینے سے ساقط ہوگا جب تک کہ باقی ثمن وصول نہ کر لے۔ مگر چونکہ قسطوں پر بیع (بیع مؤجل) ادھار ہوتی ہے لہذا شرعی اعتبار سے ان

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

لوگوں کے لئے بیع میں سامان کو روکنے کی شرط لگانا جائز نہیں ہے۔ سامان کو کچھ مدت کے لئے روک لینے کی شرط اس لئے ناجائز ہے کہ یہ شرط فاسد ہے۔ شیخ الاسلام امام برهان الدین ابو الحسن علی بن ابوبکر المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(ومن باع عینا علی ان لا یسلمہ الی رأس الشهر فالبیع فاسد)
لأن الأجل فی البیع العین باطل فیکون شرطا فاسدا وهذا لأن الأجل
شرع ترفیہا فیلیق بالدیون دون الأعیان۔

﴿هدایة آخرین صفحہ ۶۰ مطبوعہ: مکتبہ شرکت علمیہ﴾
ترجمہ: اگر کوئی کسی معین سامان کو اس شرط پر بیچے کہ مہینے کے اختتام تک حوالے نہ کرونگا تو بیع فاسد ہے۔ کیونکہ بیع میں معین شے کی ادائیگی میں مدت مقرر کرنا باطل ہے۔ چنانچہ یہ شرط فاسد ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت میں مدت سہولت کے لئے رکھی چنانچہ وہ دیون (قرض) کے مناسب ہے نہ کہ اعیان (Fixed Things) کے۔

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں رقم طراز ہیں۔
لأن الأجل فی المبیع العین باطل فیکون شرطا فاسدا وهذا لأن
الأجل شرع ترفیہا فیلیق بالدیون لأنها لیست معینة فی البیع فیحصل
بالأجل الترفیہ بخلاف المبیع العین فانه معین حاضر فلا فائدة فی
الزامه تاخیر تسلیمه اذ فائدته الاستحصال به وهو حاصل فیکون
اضرارا بالبائع من غیر نفع للمشتري۔

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

﴿فتح القدیر جلد ۶ صفحہ ۸۲ مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

ترجمہ: کیونکہ معین بیع (Fixed Selling Good) میں مدت باطل ہے چنانچہ یہ شرط فاسد ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مہلت آسانی کے لئے مشروع کئی گئی ہے۔ پس وہ دیون کے لائق ہے کہ کیونکہ وہ معین نہیں ہوتے چنانچہ دیون کے سلسلے میں مہلت دینا آسانی کا باعث ہے بخلاف بیع معین کے کیونکہ وہ معین و موجود ہوتی ہے پس اسکو دیر سے حوالے کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس کا فائدہ تو غیر موجود کو حاصل کرنا ہے اور وہ پہلے سے حاصل ہو تو بیع میں اجل مقرر کرنے سے فروخت کرنے والے کی طرف سے بلا وجہ کے خریدنے والے کو تکلیف ہوگی۔

اور اگر قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے بیع کو روکنے کی شرط عقد بیع (Sale Contract) میں نہ بھی لگائیں تو بھی انھیں سامان کو روکنا ناجائز ہے۔ کیونکہ شریعت نے انھیں یہ اختیار نہیں دیا کہ وہ بیع مؤجل میں سامان کو کچھ مدت کے لئے روک لیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

قال اصحابنا رحمہم اللہ تعالیٰ للبائع حق حبس المبیع لاستيفاء الثمن اذا كان حالا، كذا في المحيط، وان كان مؤجلا، فليس للبائع ان يحبس المبیع قبل حلول الأجل ولا بعده، كذا في المبسوط۔

﴿فتاویٰ عالمگیری جلد ۳ باب ۴ صفحہ ۱۵ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: ہمارے اصحاب رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر نقد بیع ہو تو بائع (Seller) ثمن (Agreed Price) کی وصولی کے لئے بیع کو روک

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

سکتا ہے جیسا کہ محیط میں ہے۔ اور اگر ادھار بیع ہو (جیسا کہ قسطوں پر بیع) بائع کو نہ تو مدت کے پورے ہونے سے پہلے اور نہ مدت کے پورے ہونے کے بعد بیع کا روکنے کا حق ہے۔

جہاں تک ایک یا چند اقساط (Installments) کے پیشگی مطالبہ کا تعلق ہے، اگر عقد بیع کے وقت طے کر لیا گیا تھا کہ ایک یا چند قسطیں فوراً ادا کرنی ہیں تو ان قسطوں (Installments) کی وصولی کے لئے بیع کو روک سکتا ہے۔ کیونکہ جب ایک یا چند قسطوں کی فوری ادائیگی عقد بیع میں مشروط کر دی گئی تو ثمن کے اتنے حصے میں بیع مؤجل نہ رہی بلکہ بیع معجل ہو گئی اور بیع معجل میں بائع ثمن معجل کی وصولی کے لئے بیع کو روک سکتا ہے جیسا کہ عالمگیری میں ہے

ولو كان بعض الثمن حالا وبعضه مؤجلا فله حبسه حتى يستوفى الثمن الحال ولو بقى من الثمن شىء قليل كان له حبس جميع المبيع كذا فى الذخيرة۔

﴿فتاویٰ عالمگیریہ جلد ۳ باب ۴ صفحہ ۱۵ مطبوعہ: رشیدیہ﴾

ترجمہ: اور اگر بیع بعض نقد ثمن (Cash Agreed prices) کے مقابلے میں ہو اور ادھار کے تو بائع کو فوری ثمن کی وصولی کے لئے بیع کو روک لینے کا حق ہے اور اگر نقد ثمن میں سے قلیل رقم بھی باقی ہو تو اس کو پوری بیع کو روک لینے کا حق ہے جیسا کہ ذخیرہ میں ہے۔

بہر حال بائع ثمن معجل کی وصولی تک تو بیع کو روک سکتا ہے مگر اس کی ادائیگی کے

بعد تین یا چار دن یا ہفتہ بھر یا ان مدتوں سے کم یا زیادہ عرصہ کے لئے بیع کو نہیں روک سکتا جیسا کہ فقیر نے فقہاء کرام کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

اور ایک یا چند یا تمام اقساط کی ادائیگی فوری مشروط (Conditioned) نہ ہو بلکہ ماہ ب ماہ (Month by Month) ادائیگی مشروط ہو اور سامان کی ادائیگی ان اقساط کی ادائیگی پر موقوف (Depended) ہو تو اس کی مختلف صورتیں ہونگی۔

اول: اگر ایک قسط کی ادائیگی کی شرط ہے تو اس سے مراد فوری ادائیگی ہی ہوگی کیونکہ ایک ماہ بعد تو بغیر شرط لگائے بھی وصول ہونی تھی۔ اور اس کا حکم وہی ہے جو فقیر اوپر بیان کر چکا یعنی اس کی حیثیت ثمن معجل کی ہوگی۔ چنانچہ اس کا فوری مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

دوم: اگر چند یا تمام اقساط کی ماہ ب ماہ (Month by Month) ادائیگی (یا جو بھی مدت طے ہو) مراد ہو تو اس قسم کی بیع کا شریعت میں کوئی جواز نہیں ہے۔ البتہ بعض باتوں کی وجہ سے یہ بیع سلم کے مشابہ ہے۔ اور بیع سلم نام ہے بیع آجل بعاجل یعنی ادھار چیز کو نقد چیز کے بدلے میں فروخت کرنا۔ مثلاً کوئی کسی کسان سے چند مہینوں کی ادھار پر 1000 کلو گندم خریدے اور قیمت اسی وقت ادا کر دے۔ مگر اس قسم کی بیع کے صحیح ہونے کے لئے بارہ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ حرام ہے جیسا کہ دنیائے اسلام کے عظیم فقیہ محقق علی الاطلاق امام اہلسنت مجددین و ملت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں۔

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

بیع سلم کی صحت کی بارہ شرائط ہیں

یہ بارہ شرطوں سے جائز ہوتی ہے اگر ان میں سے ایک بھی کم ہوگئی تو بالکل ناجائز ہو جائے گی۔

بیع سلم کی صحت کی بارہ شرائط

(۱) اس شیء کی جنس (Species) بیان کر دی جائے مثلاً گیہوں یا چاول

یا گھی یا تیل اگر ایک عام بات کہی مثلاً غلہ لیں گے تو ناجائز ہے۔

(۲) وہ جنس اگر کئی قسم کی ہوتی ہے تو اس کی قسم معین کر دی جائے جیسے چاول

میں باسستی، ہنس راج اگر زرے (صرف) چاول کہے بیع صحیح نہ ہوگی۔

(۳) اس کی صفت (Quality) بیان کر دی جائے مثلاً عمدہ یا ناقص جیسے

چنوں میں فرد یا کیلے۔

(۴) اس کی مقدار معین کر دی جائے مثلاً اتنے من اور یہ بات بھاؤ کاٹ

دینے سے بھی حاصل ہو جاتی ہے یعنی فی روپیہ اتنے سیر کہ روپوں کی گنتی معلوم

ہونے سے کل کی مقدار خود معلوم ہو جائے گی۔ اور جہاں مختلف پسیروں کا رواج

ہو وہاں پسیری کی تعیین بھی ضروری ہے کہ فلانے پسیری سے اتنے من اور جہاں

کچا پکا دونوں من بولا جائے وہاں اس کی تعیین (Fixation) بھی لازم ہے غرض

کوئی بات وہ نہ رہے جس میں آئندہ جھگڑا اٹھنے کی صورت ہو۔

(۵) میعاد (Time Period) معین کر دی جائے جو ایک مہینہ سے کم

نہ ہو اگر تعیین کی مثلاً جب چاہیں گے لے لیں گے یا سفر کو جانا ہو جب پلٹ کر

آؤنگا لے لوں گا۔ تو نا جائز ہوگا۔

(۶) اگر وہ چیز بار برداری کی ہے جس کے یہاں سے وہاں لیجانے میں خرچ ہوگا تو وہ جگہ بھی معین کی جائے جہاں پہنچنا منظور ہے مثلاً فلاں شہر یا فلاں گاؤں میں پہنچتے ہوئے۔ اس میں بیچنے والے کو اختیار ہے کہ اسے اس گاؤں یا شہر کے جس مقام و محلہ میں چاہے پہنچا دے اور جو مکان بھی خاص کر دیا گیا تو وہیں پہنچانا پڑے گا۔

(۷) ٹمن (Agreed Price) کی بھی تعیین ہو جائے مثلاً روپے یا اشرفی۔

(۸) اگر وہ ٹمن چند قسم کا ہوتا ہے تو قسم بھی معین کر دے مثلاً اشرفی محمد شاہی یا انگریزی۔

(۹) کھرے کھولے کا بیان بھی ہو جیسے لکھنؤ کا روپیہ یا انگریزی چہرہ دار یا جے پور کی چاندی یا اینٹ کا سونا۔

(۱۰) اگر ٹمن اس قسم کا ہے کہ اس کے ہر ٹکڑے کے مقابل شے بیع کا ٹکڑہ ہوتا ہے جیسے سونا چاندی روپیہ اشرفی کہ گہوں روپیہ کے من بھر ہوئے تو اٹھنی کے بیس سیر چونی کے دس سیر ہوں گے تو ایسی ٹمن کی تعیین مقدار بھی ضرور ہے مثلاً اتنے تولہ چاندی یا اس قدر روپے اور اگر وہاں مختلف وزن کے سکے چلتے ہوں جیسے حیدرآباد میں نوابی و انگریزی روپیہ وہاں سکے کی تعیین بھی چاہیے یہ دسوں باتیں خاص عقدا ایجاب و قبول میں بیان کرنی ضرور ہیں مثال اس کی یہ ہے کہ زید

عمروسے کہے میں نے تجھ سے بریلی کی تول سے دس من پختہ چاول ہنس راج کھرے بالعوض سو روپے انگریزی چہرہ دار کے آج سے چار مہینے کے وعدہ پر بریلی پہنچتے ہوئے خریدے وہ کہے میں نے بیچے یا میں نے تجھے بدایوں کے وزن سے چار من پکا گھی بھینس کا خالص آج سے دو مہینے کے وعدہ پر مراد آباد پہنچتا ہو بالعوض چھ اشرفی محمد شاہی بیس بیس روپے والی کے خریدا وہ کہے میں نے بیچا یہ سب باتیں خوب خیال کر لی جائیں کہ لوگوں میں آجکل بیع سلم کا بہت رواج ہے، ان زبانی شرطوں کے ترک سے حلال کو ناحق اپنے لئے حرام کر لیتے ہیں اور خدا کے گناہ میں گرفتار ہوتے ہیں۔

(۱۱) شرط یہ کہ اسی جلسہ (Sitting) میں ثمن ادا کر دیا جائے ورنہ اگر یہ ساری گفتگو کر کے ثمن دیئے بغیر متفرق (Separate) ہو گئے تو بنا بنا یا عقد فاسد و ناجائز ہو جائیگا۔ یہاں تک کہ اگر وہاں سے اٹھ کر گھر میں روپے لینے گیا اور بیچنے والے کی نگاہ سے آڑ ہو گئی عقد فاسد ہو گیا۔

(۱۲) وہ چیز اس قسم کی ہو کہ روز عقد (Beginning of Contract) سے ختم میعاد (Time of Delivery) تک ہر وقت بازار میں مل سکے ورنہ عقد ناجائز ہوگا اسی لئے اگر گیہوں کی کٹوتی میں یہ لفظ کہہ دئے کہ نئے گیہوں لیں گے اور اس وقت نیا گیہوں بازار میں نہیں تو عقد ناجائز و گناہ ہے اور اس سبب سے رس (عرق) کی کٹوتی جو ایکھوں کے وقت کرتے ہیں حرام ہوئی کہ رس اس وقت بازار میں نہیں ہوتا۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

بیع سلم کی مذکورہ شرائط میں سے شرط نمبر ۶ اور شرط نمبر ۱۱ بیع بالتقسیت (Sale on Installment) میں خاص طور پر منقود ہوتی ہے۔ لہذا یہ بیع سلم بھی نہیں۔

شریعت میں دین (Debt) کی توثیق (Guarantee)

کے دو ہی طریقے ہیں

اور اگر کہا جائے کہ قسطوں کے کاروبار میں بیع (Sale

Contract) کے بعد سامان کو روک کر چند یا تمام قسطوں کی پیشگی ادائیگی کا

مطالبہ دین کی توثیق (گارنٹی) کے لئے ہوتا ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔

اقول: اگر دین کی توثیق (Guarantee) کے لئے ہو تو بھی ایسا کرنا جائز نہیں

ہے۔ کیونکہ شریعت میں دین کی توثیق کے دو ہی طریقے ہیں کفالت (Bail) یا

رہن (Mortgage) جیسا کہ امام اہلسنت فرماتے ہیں۔

شرع مطہر نے دین کی توثیق کے لئے صرف دو عقد رکھے ہیں کفالت

ورہن۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

اور مال کو کفالت (Bail) کے طور پر روکنا ہرگز درست نہیں کیونکہ کفالت نام ہے

ایک کے ذمے جو مطالبہ ہو اسے دوسرے کے ذمے سے ملا دینا۔ اور مال غیر ذوی

العقول (Insensible) میں سے ہے لہذا یہ اس قابل ہی نہیں۔ عالمگیری

میں ہے۔

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

ہی ضم الذمة الى الذمة فى المطالبة

﴿عالمگیری جلد ۳ صفحہ ۲۵۲ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

ترجمہ: کفالت نام ہے کسی مطالبے کے بارے میں ایک ذمہ سے دوسرے ذمہ کو ملا دینے کا۔

امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کفالت بے کفیل محال (جو ممکن نہ ہو) اور اس عقد مخترع (ایجاد کیا ہوئے)

میں نفس جائداد (Property itself) کفیل ٹھہرتی ہے نہ مالک جائداد۔ اکثر

یہ استغراقات صاحب جائداد ان دیون میں کرتا ہے جو خود اس پر ہیں اور کوئی شخص

خود اپنا کفیل نہیں ہو سکتا کہ کفالت ہے ضم ذمۃ الی ذمۃ کما فی البدائع

والهدایة و عامة الکتب۔ یہاں وہ ذمہ کہاں ہے کہ ایک دوسرے سے ضم

(Join) ہو۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۲۷۴ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

مذکورہ بالا عبارات سے واضح ہوا کہ یہ عقد کفالت ہرگز نہیں ہے۔ اور

اسے رهن کہنا بھی درست نہیں۔ کیونکہ بیع پر قبضہ کیے بغیر ثمن کے بدلے میں بطور

رهن کے چھوڑ دینا بعینہ بیع مجمل میں ثمن کے بدلے میں بیع کو روک لینا ہے جو کہ

ناجائز ہے جیسا کہ اس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ البتہ اس کے جواز کی صورت

یہ ہے کہ مشتری پہلے اس چیز پر قبضہ کرے پھر اسے بطور رهن بائع کے سپرد کر دے

تو اس صورت میں رهن درست ہو جائے گا۔ شیخ الاسلام امام برهان الدین علیہ

الرحمۃ فرماتے ہیں۔

ومن اشتری ثوبا بدرہم فقال للبائع امسك هذا الثوب حتی

تسطول پر سامان کی خرید و فروخت

اعطيك الثمن فالثوب رهن۔

﴿هدایة آخرین صفحہ ۵۳۴ مطبوعہ: شرکت علمیه ملتان﴾

ترجمہ: اگر کسی نے کپڑا چند دراهم میں خریدا اور بائع سے کہا کہ جب تک میں ثمن نہ دوں اس کپڑے کو اپنے پاس رکھو تو وہ کپڑا رهن (Mortgage) ہو جائے گا۔

گوکہ اس عبارت میں قبضے کا ذکر نہیں ہے مگر علامہ جلال الدین خوارزمی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اسی عبارت کو بحوالہ امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ کے قبضے کے ذکر کے ساتھ بیان فرمایا جو کہ درج ذیل ہے۔

وذكر الامام التمر تاشی فی الجامع الصغير اشتری ثوبا وقبضه ثم

اعطى البائع وقال له امسك بثمانك او قال له امسكه حتى اعطيك ثمنك فهو رهن۔

﴿الكفاية مع فتح القدير جلد ۹ صفحہ ۹۸-۹۹ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: اور امام ترمذی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے جامع صغیر میں ذکر کیا کہ کسی نے کپڑا خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا پھر وہ کپڑا بائع کو دے دیا اور کہا اس کپڑے کو ثمن کے بدلے روکے رکھو یا اس کو روکے رکھو یہاں تک کہ میں تمہیں تمہارا ثمن دے دوں۔

پھر اسی مسئلے کی تعلیل (Cause) بیان کرتے ہوئے قبضہ کی صراحت درج ذیل الفاظ میں بھی بیان فرمادی،

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

لما اشتراه وقبضه كان هو وسائر الاعيان المملوكة سواء في
صحة الرهن۔

﴿الكفاية مع فتح القدير جلد ۹ صفحہ ۹۹ مکتبہ رشیدیہ﴾

ترجمہ: جب اس نے اس کو خرید لیا اور قبضہ بھی کر لیا تو وہ کپڑا اور دیگر مملوکہ
اشیاء رهن کی درستگی کے لئے ایک ہی جیسی ہو جائیں گی۔

لیکن بیع بالتقسیت میں عام طور پر ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ سامان خریدنے کے وقت
سے ادائیگی کے وقت تک بائع (Seller) ہی کے پاس رہتا ہے۔ چنانچہ اس
لحاظ سے بھی قسطوں کے کاروبار کی یہ صورت درست نہیں ہے۔

عقد بیع کے مکمل ہونے کے باوجود بائع بھی مبیع کا مالک رہے

قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے بعض ادارے عقد بیع میں یہ شرط
بھی لگاتے ہیں کہ جب تک تمام اقساط کی ادائیگی نہ ہو جائے ادارہ اس کا قانونی
مالک رہے گا۔ یہ شرط بھی سراسر ناجائز و حرام ہے۔ بیع کا معنی ہی مبادلتہ المال
بالمال بالتراضی یعنی رضامندی سے مال کا تبادلہ (Exchange) مال سے کرنا
ہے۔ اور اس کا حکم یہ ہے بیع کے بعد مبیع بائع کی ملکیت سے نکل کر مشتری
(Buyer) کی ملکیت میں داخل ہو جاتی ہے اور ثمن (Agreed Price)
مشتری کی ملکیت سے نکل کر بائع کی ملکیت میں داخل ہو جاتا ہے۔ علامہ اکمل

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

الدرین بابرقتی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

و حکمہ افادۃ الملک و هو القدرۃ علی التصرف فی المحل شرعا
الکفایۃ مع فتح القدیر جلد ۵ صفحہ ۴۵۵ مطبوعہ: مکتبہ

رشیدیہ

ترجمہ: بیع کا حکم افادہ ملکیت ہے اور وہ شرعاً محل بیع میں تصرف کرنے کی
قدرت کا نام ہے۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(و حکمہ ثبوت الملک) أى فی البدلین لکل منہما فی بدل، و هذا

حکمہ الأصلی، و التابع و جوب تسلیم المبیع
و الثمن۔-----

﴿رد المحتار جلد ۷ صفحہ ۱۶ مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

ترجمہ: بیع کا حکم ملکیت کا ثابت ہونا ہے یعنی بدلیں (تبادلہ کی جانے والے

دونوں اشیاء) میں اور یہ بیع کا حکم اصلی ہے اور اسکی تبعیت میں بیع اور ثمن کو حوالے
کرنا واجب ہو جاتا ہے۔

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

بیع ایجاب و قبول سے تمام ہو جاتی ہے چیز بائع کے ملک سے نکل کر مشتری

کے ملک میں داخل ہو جاتی ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۴۴ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

مذکورہ بالا عبارات سے ظاہر ہوا کہ قسطوں پر کاروبار کرنے والے حضرات کو اس قسم کی شرائط لگانے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے بلکہ یہ شرط فاسد ہے جو بیع کو ناجائز کر دے گی۔ نیز اس قسم کی شرط لگانا انتہائی بے وقوفی کی بات ہے۔ علماء فرماتے ہیں صبی لایعقل (یعنی وہ بچہ جو بیع و شراء کی عقل نہیں رکھتا) کی یہ پہچان ہے کہ بیع لے کر کہے کہ میرے پیسے واپس کرو۔ اس سے مشابہ قسطوں پر کاروبار کرنے والے ان حضرات کا معاملہ ہے جو کہتے ہیں کہ بیع ہونے کے باوجود بیع ان کی ملکیت میں رہے گی۔

قسط کی ادائیگی میں تاخیر کرنے سے مہلت ختم کر دینا

قسطوں پر سامان بیچنے والے بعض حضرات یہ شرط بھی لگا دیتے ہیں کہ اگر خریدار قسطوں کی ادائیگی میں تاخیر یا غفلت کرے گا تو تمام قسطیں فوری طور پر ادا کرنی ہوں گی۔ فقہاء احناف رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس شرط کو جائز قرار دیا ہے۔ علامہ علاؤ الدین الحسکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

عليه ألف ثمن جعله ربه نجوما ان اخل بنجم حل الباقي فالأمر
كما شرط۔

الدرالمختار مع ردالمحتار جلد ۷ صفحہ ۵۴ مطبوعہ

امدادیہ

ترجمہ: اگر مشتری پر ثمن کے ہزار درہم آتے ہوں اور بائع اس کو قسط وار

کردے اور کہہ دے کہ اگر کسی قسط میں تاخیر ہوئی تو باقی رقم فوراً دینا ہوگی پس یہ شرط درست ہے۔

ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے جرمانہ لگانا

مگر قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے حضرات کا معاملہ باقی اقساط کی فوری ادائیگی کے مطالبے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باقی اقساط کے فی صد کے اعتبار سے جرمانہ بنام لیٹ پیمنٹ سرچارج لگا دیتے ہیں یا روزانہ کی تاخیر کے اعتبار سے ایک مخصوص رقم پینالٹی (Penalty) کے نام سے عائد کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر سود ہے خواہ وہ اسکا کوئی سا بھی نام رکھ دیں۔ اور یہ سود کی وہی قسم ہے جو نزول قرآن کے وقت کفار عرب میں رائج تھی۔ اللہ جل شانہ نے سود کو حرام فرمادیا اور سود کے لینے والوں کے بارے میں فرماتا ہے۔

يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وذروا ما بقى من الربوا ان كنتم مؤمنين۔ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله۔

﴿سورة البقرة آیت ۲۷۸﴾

﴿۲۷۹﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو باقی رہ گیا ہے سود اگر مسلمان ہو پھر اگر ایسا نہ کرو تو یقین کر لو اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑائی کا۔

﴿کنز الایمان﴾

اس آیت مبارکہ میں واضح لفظوں میں بتا دیا گیا ہے کہ سود لینے والے سے اللہ

تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کی جنگ ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

الذین یأکلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی لا یتخطبه الشیطان
من المس۔ ذلک بانہم قالوا انما البیع مثل الربوا۔ واحل اللہ البیع وحرم الربوا۔

﴿سورة البقرة آیت ۲۷۵﴾

ترجمہ: اور وہ جو سود کھاتے ہیں قیامت کے دن نہ کھڑے ہونگے مگر جیسے
کھڑا ہوتا ہے وہ جسے آسیب نے چھو کر مجبوظ بنا دیا ہو اس لئے کہ انہوں نے کہا بیع
بھی سود کے مانند ہے اور اللہ نے حلال کیا بیع کو اور حرام کیا سود۔

﴿کنز الایمان﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

یمحق اللہ الربوا ویربى الصدقات۔ واللہ لا یحب کل کفار اثم۔

﴿سورة البقرة آیت ۲۷۶﴾

ترجمہ: اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو اور اللہ کو پسند نہیں
آتا کوئی ناشکر بڑا گنہگار۔

﴿کنز الایمان﴾

احادیث مبارکہ میں سود لینے کو زنا سے بدتر قرار دیا گیا ہے۔ امام اہلسنت نے
فتاویٰ رضویہ شریف میں سود کی مذمت میں کثیر احادیث رقم فرمائیں ہیں ان میں
سے چند پیش کی جاتی ہیں۔

حدیث (۱)

فرماتے ہیں ﷺ من اكل درهمين من ريوافهو مثل ثلث وثلثين زنية
 ومن نبت لحمه من سحت فالنار اولى به۔ ایک درم سود کا کھانا تینتیس زنا
 کے برابر ہے اور جس کا گوشت حرام سے بڑھے نازجہنم اس کی زیادہ مستحق ہے۔
 رواه الطبرانی فی الاوسط والصغير وصدرة ابن عساكر عن ابن عباس
 رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۳۲)

کہ فرماتے ہیں ﷺ لدرهم يصيبه الرجل من الربوا اعظم عند الله من
 ثلثة وثلثين زنية يزنهافي الاسلام بے شک ایک درہم کہ آدمی سود سے پائے
 اللہ عزوجل کے نزدیک سخت تر ہے تینتیس زنا سے کہ آدمی اسلام میں کرے
 الطبرانی الكبير عن عبد الله بن مسعود وايضا عبد الله بن سلام رضی
 اللہ تعالیٰ عنہما۔

حدیث (۴)

کہ فرماتے ہیں ﷺ درهم ربا ياكله الرجل وهو يعلم اشد عند الله
 من ستة وثلثين زنية سود کا ایک درہم کہ آدمی دانستہ کھائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک
 چھتیس بار زنا سے سخت تر ہے رواه احمد بسند صحيح والطبرانی فی
 الكبير عن عبد الله بن حنظلة غسيل الملائكة

حدیث (۵)

کہ فرماتے ہیں ﷺ ان الدرهم يصيبه الرجل من الربوا اعظم عند

اللہ فی الخطیئة من ست وثلثین زنیة یزنیها الرجل۔ ایک درہم کہ آدمی سو سے پائے اللہ کے نزدیک مرد کے چھتیس بار زنا کرنے سے گناہ میں زیادہ ہے رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والبیہقی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حدیث (۶)

فرماتے ہیں ﷺ لدرہم ربا اشد جرما عند اللہ من سبعة وثلثین زنیة بے شک سو کا ایک درم اللہ عزوجل کے یہاں سینتیس زنا سے بڑھ کر جرم ہے رواہ الحاکم فی الکنی عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حدیث (۷)

فرماتے ہیں ﷺ الربا سبعون حوبا ایسرھا کالذی ینکح امه وفي روية سبعون بابا ادناھا کالذی یقع علی امه۔ سو ستر گناہ ہے ان سے آسان تر اس شخص کی طرح ہے جو اپنی ماں پر پڑے رواہ ابن ماجہ وابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة وابن جریر ورواہ البیہقی بسند لا بأس به بالفظ الثانی کلہم عن ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد ۷ صفحہ ۸۱، ۸۰ مطبوعہ: مکتبہ رضویہ کراچی﴾

مندرجہ بالا آیات مبارکہ اور احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ سو لینا مطلقاً حرام خواہ مشتری (Buyer) جان بوجھ کر قسط کی ادائیگی میں تاخیر کرے یا واقعی مجبور

وتنگ دست ہو۔ اگر مشتری تنگ دست ہو تو اسے مہلت دینی چاہیے کہ قرآن مجید اور حدیث نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا یہی حکم ہے۔ اللہ جل شانہ ارشاد فرماتا ہے۔

وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة۔

﴿سورة البقرة آیت ۲۸۰﴾

ترجمہ: اور اگر قرض دار تنگی والا ہے تو اسے مہلت دو آسانی تک۔

﴿کنز الایمان﴾

امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ روایت کرتے ہیں،

اجتمع حذيفة وابومسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فقال حذيفة رجل لقي ربه عزوجل فقال ما عملت قال ما عملت من الخير الا انى كنت رجلا ذا مال فكنت اطالب به الناس فكنت اقبل الميسور واتجاوز عن المعسور فقال تجاوزوا عن عبدی قال ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ هكذا سمعت رسول اللہ ﷺ يقول۔

﴿الصحيح لمسلم باب: فضل انظار المعسر والتجاوز في الاقتضاء من

الموسر والمعسر۔﴾

ترجمہ: حضرت حذیفہ اور ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ملاقات ہوئی تو حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ایک آدمی کی ملاقات اپنے رب عزوجل سے ہوئی۔ رب تعالیٰ نے فرمایا تم نے کیا عمل کیا ہے۔ اس نے عرض کی میں نے کوئی

نیکی کا کام نہیں کیا سوائے یہ کہ میں ایک مالدار آدمی تھا میں لوگوں کو قرض دے کر لوگوں سے واپس لیا کرتا تھا پس میں مالدار سے لے لیا کرتا تھا اور تنگ دست سے درگزر کیا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندے سے درگزر کرو حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسے ہی فرماتے ہوئے سنا ہے۔ اور اگر مشتری خواہ مخواہ قسط کی ادائیگی میں تاخیر کر رہا ہے تو وہ حرام کا مرتکب ہے۔ اور ایسا کرنا سراسر ظلم ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا،

مطل الغنی ظلم

ترجمہ: مالدار کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ ﴿صحیح بخاری کتاب

الاستقراض﴾

بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ سود نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے اور شرعاً تعزیر کرنا جائز ہے اور اگر مدیون پر اس قسم کی سختی نہ کی جائے تو وہ قرض کی ادائیگی کی بالکل پرواہ نہیں کرتے۔ مگر ان حضرات کا ایسا کہنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سود ہی ہے کہ اس پر سود کی تعریف پوری پوری صادق آتی ہے۔ کہ ربوا (Usury) کی مشہور تعریف ”فضل مال خال عن عوض شرط لأحد المتعاقدين من معاوضة مال بمال۔ یعنی عوض سے خالی ایسی زیادتی جو مال سے مال کے تبادلے میں متعاقدين میں سے کسی ایک کے لئے شرط کی گئی ہو اور قسطوں کے کاروبار میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ مشتری سے پہلے ہی شرط طے کر لی جاتی ہے کہ اگر وہ تاخیر کرے گا اسے بنام جرمانہ ایک مخصوص رقم دینا ہوگی۔ اور اگر بالفرض اسے تعزیر بھی مان لیا

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

جائے تو بائع کو یہ حق کیسے پہنچتا ہے کہ وہ لوگوں کو تعزیر کرتا پھرے بلکہ یہ تو قاضی شرعی کا کام ہے بلکہ قاضی کو بھی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ وہ تعزیر بالمال کا حکم جاری کرے کیونکہ تعزیر بالمال جائز نہیں ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

لا بأخذمال فی المذہب .

﴿ردالمحتار مع ردالمحتار جلد ۷ صفحہ ۱۰۵ مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

والحاصل ان المذہب عدم التعزیر بأخذ المال۔

﴿ردالمحتار جلد ۷ صفحہ ۱۰۶ مطبوعہ: مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

بحث کا حاصل یہ کہ مذہب احناف میں تعزیر بالمال جائز نہیں۔

بہر حال بیع بالتقسیت کرنے والوں کے لئے کسی طور جائز نہیں ہے وہ لوگوں سے

جرمانے یا لیٹ پیمنٹ سرچارج کے نام سے سود وصول کریں۔ اور اسی طرح

لوگوں کے لئے بھی ان شرائط پر سامان خریدنا جائز نہیں ہے۔

تمام ثمن کی ادائیگی طے شدہ وقت سے

پہلے کیے جانے کی صورت میں مدت استعمال

کے کرایہ کی ادائیگی کی شرط

قسطوں پر کاروبار کرنے والے بعض حضرات یہ شرط بھی لگا دیتے ہیں

کہ اگر بائع ثمن کی ادائیگی طے شدہ وقت سے پہلے کریگا تو اسے مدت استعمال

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

کا تمام کرایہ یا اسکا کچھ حصہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ تو انہیں شرعیہ کے اعتبار سے طے شدہ مدت سے پہلے ادائیگی کی صورت میں مدت استعمال کے کرایہ کی شرط پر عقد کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اور یہ شرط فاسد ہے کہ اس میں بائع کے لئے نفع ہے۔ شیخ الاسلام امام برہان الدین المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

وكل شرط لا يقتضيه العقد وفيه منفعة لاحد المتعاقدين او للمعقود عليه وهو من اهل الاستحقاق يفسده كشرط ان لا يبيع المشتري العبد المبيع لان فيه زيادة عارية عن العوض فيؤدى الى الربوا او لانه يقع بسببه المنازعة فيعري العقد عن مقصوده الا ان يكون متعارفا۔

﴿ہدایہ آخرین صفحہ ۵۹ مطبوعہ: شرکت علمیہ ملتان﴾

ترجمہ: بیع کو فاسد کر دے گی ہر وہ شرط جبکہ عقد تقاضا نہ کرے اور اس میں متعاقدين میں سے کسی ایک کے لئے یا معقود علیہ کے لئے نفع ہو اور آنحالیکہ معقود علیہ اہل استحقاق میں سے ہو جیسے کہ مشتری بیع غلام کو نہیں بیچے گا کیونکہ اس میں ایسی زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہے پس وہ سود کی طرف لے جائے گی یا اس کے سبب سے جھگڑا ہوگا جسے کی وجہ سے عقد بیع مقصود سے خالی ہو جائیگا سوائے یہ کہ وہ شرط متعارف ہو۔

پھر اسی مسئلے کی مثالیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

كذلك لو باع عبدا على ان يستخدم البائع شهر او دارا على ان

یسکنھا او علی ان یقرضه مشتری درہما او یهدی لہ ہبۃ لانہ شرط لا یقتضیہ العقد وفیہ منفعۃ لاحد المتعاقدين لانہ نہی عن بیع و سلف لانہ لو کان الخدمۃ والسکنی یقابلہا الشء من الثمن یكون اجارۃ فی بیع ولو کان لا یقابلہا یكون اعارة فی بیع وقد نہی النبی عن صفتین فی صفتہ۔

﴿ہدایۃ آخرین صفحہ ۶۰ مطبوعہ: شرکت علمیہ ملتان﴾

ترجمہ: اسی طرح اگر کسی نے غلام بیچا کہ وہ بائع کی ایک ماہ خدمت کرے گا یا گھر بیچا اس شرط پر کہ بائع اس میں رہے گا۔ یا کہ مشتری اس کو درہم قرض دے گا یا مشتری اسکو تحفہ دے گا کیونکہ یہ ایسی شرط کہ جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا اور اس میں متعاقدين میں سے کسی ایک کے لئے نفع ہے اور نبی کریم ﷺ بیع اور ادھار سے منع فرمایا ہے اور کیونکہ خدمت اور رہائش کے مقابلے میں ثمن میں سے کچھ ہو وہ بیع میں اجارہ ہوگا اور ثمن میں سے کچھ بھی انکے مقابلے میں نہ ہو تو بیع میں عاریت ہوگی اور تحقیق نبی کریم ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا ہے۔

قسطوں کے کاروبار میں مذکورہ بالا صورت میں یہی معاملہ ہے کہ بیع کے ساتھ کرایہ کی شرط لگائی جاتی ہے اور ایک سودے میں دو سودے کے جاتے ہیں۔ لہذا ایسا کرنا ناجائز ہے۔ اور اس بیع کا ختم کرنا واجب ہے۔ شیخ الاسلام امام برہان

الدین المرغینانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اذ هو واجب الرفع بالاسترداد

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

﴿هدایة آخرین صفحہ ۶۳ مطبوعہ: شرکت علمیہ ملتان﴾

ترجمہ: (مبج وٹمن) لوٹا کے اس بیع کو فسخ کرنا واجب ہے۔

دین کی جلد ادائیگی کی صورت میں کم لینے کی شرط

قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے بعض حضرات یہ شرط بھی لگا دیتے ہیں کہ ٹمن مقررہ وقت سے پہلے ادا کیے جانے کی صورت میں صرف اتنی ہی قیمت وصول کی جائے گی جو کہ نقد فروخت کرنے کی صورت میں تھی۔ اس میں مشتری کا نفع ہے اور یہ قوانین شریعت کے تحت اس قسم کی شرط دین مؤجل کی صورت میں لگانا جائز نہیں ہے۔ اور یہ سود ہی کی صورت ہے۔ اور اس شرط پر سامان خریدنا حرام ہے۔ امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

الرجل یکون علیہ الف درہم دین مؤجل فصالحہ منہ علی
خمس مائۃ حالۃ فلا یجوز۔ وقد روی سفیان عن حمید عن میسرۃ
قال سألت ابن عمر یكون لی علی الرجل الدین الی اجل فاقول عجل
لی واضع عنک فقال هو ربا وروی عن زید بن ثابت ایضا النهی عن
ذلک وهو قول سعید ابن جبیر ووالشعبی والحکم وهو قول اصحابنا
وعامة الفقهاء۔

﴿احکام القرآن جلد ۱ صفحہ ۴۶۷ مطبوعہ: دارالفکر بیروت﴾

ترجمہ: کسی آدمی پر ایک ہزار دین مؤجل (ادھار) ہوں پس وہ دائن

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

(قرض خواہ) سے پانچ سو درہم نقد پر صلح کر لے تو جائز نہیں۔ سفیان نے حمید سے اور انھوں نے میسرۃ سے روایت کی کہ وہ کہتے ہیں میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ اگر میرا کسی شخص پر دین موبجل ہو اور میں اس سے کہوں کہ دین جلد ادا کر دو تو میں دین میں سے کچھ چھوڑ دوں گا تو انھوں نے جواب دیا کہ وہ سود ہے۔ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ سے بھی اس کے بارے میں ممانعت روایت کی گئی ہے اور یہی سعید ابن جبیر، شععی، حکم، ہمارے اصحاب اور عامۃ الفقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے۔

البتہ اگر جلدی ادا کرنے کی صورت میں دین کو کم کرنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو بلکہ دائن تیرعا (رضا کارانہ) دین میں سے کچھ کم کر دے تو جائز ہے۔ امام ابو بکر جصاص رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

ومن اجاز من السلف اذا قال ، عجل لی اوضع عنك ، فجاز ان
یکون اجازوہ اذا لم یجعلہ شرطاً فیہ ، وذلك بان یضع عنہ بغیر شرط
و یعجل الاخر الباقی بغیر شرط۔

﴿احکام القرآن جلد ۱ صفحہ ۶۷ ۴ مطبوعہ: دارالفکر بیروت﴾

ترجمہ: اور بزرگوں میں سے جن حضرات نے اس کی اجازت دی ہے اور کہا کہ اگر کوئی کہے دین جلد ادا کر دو کچھ کم کر دوں گا تو جائز ہے تو بظاہر اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس نے کسی کی شرط نہ لگائی ہو اور وہ اس طرح سے کہ دائن بغیر شرط کے اس میں کمی کر دے اور مدیون باقی دین بغیر شرط کے فوراً ادا کر دے۔

سامان کا بیمہ (Insurance)

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

عام طور پر بینک یا بعض دیگر ادارے سود اٹے ہونے کے بعد سامان کے ضائع ہونے کے خوف سے سامان کا بیمہ (Insured) کروا لیتے ہیں۔ اس طرح سے قسطوں پر سامان فروخت کرنے والے ادارے مال کے ضائع ہونے کی صورت میں ہونے والے ممکنہ نقصان (Probable loss) سے بچاؤ کی صورت کر لیتے ہیں۔ مگر قانون شریعت کی رو سے بیمہ ایک ایسا عقد ہے جو سود (Usury) اور جوئے (Gambling) پر مشتمل ہے۔ بیمہ کا سود ہونا تو نہایت واضح ہے کہ جب بیمہ کی تمام اقساط (Premium) ادا کر دی جاتی ہیں تو بیمہ کمپنی اس شخص کو اس کی ذاتی رقم زیادتی (Increase) کے ساتھ واپس کرتی ہے۔ اور یہ زیادتی بلا عوض ہوتی ہے اور شروع ہی میں طے کر لی جاتی ہے۔ اور یہ کھلم کھلا سود ہے جیسا کہ سود کی وضاحت گذشتہ صفحات میں کی گئی ہے۔ اور یہ جو اس لئے ہے کہ بیمہ پالیسی کے شروع میں اگر بیمہ پالیسی ہولڈر کچھ اقساط باقاعدگی سے نہ جمع کروا سکے تو بیمہ کمپنی اس کی جمع شدہ رقم میں سے کچھ دبا لیتی ہے اور اس کی پالیسی ختم کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ بیمہ پالیسی ہولڈر جب بیمہ پالیسی خریدتا ہے تو اپنی رقم کو داؤ پر لگاتا ہے کہ اگر ابتدائی اقساط (Premium) ادا کر دی تو پالیسی کا مال زیادتی (Increase) کے ساتھ مل جائے گا ورنہ اپنا مال بھی جاسکتا ہے۔ اور اسی کا نام جو ہے۔ اور عام طور پر انشورنس کی یہ صورت زندگی کے بیمہ ہوتی ہے جبکہ اشیاء کے بیمہ میں عموماً جوئے کی صورت پائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایسی ناجائز شرائط کی موجودگی میں خرید و فروخت کرنا ناجائز و حرام۔

قسطوں پر سامان کی خرید و فروخت

ہذا ما ظہر لی والعلیم بالحق عند اللہ ورسولہ عزوجل
وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم.

کتبہ: محمد ابوبکر صدیق القادری الشاذلی ۱۰ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ